© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

ہماری بڑی مشکل یہ ہے کہ قوم کے سیاسی بزرگ زیادہ زور اس پہ دے رہے ہیں کہ "انتخابات جلد ہونے چاہئیں" —— اور ان کا کہنا غلط بھی نہیں ہے۔ دوسری طرف صاحبِ اقتدار قوت ہے وہ کہتی ہے کہ "انتخابات سے مثبت نتائج حاصل ہونے چاہئیں"۔ بات یہ بھی درست ہے۔ مگر ایک عرصہ کی بیان بازی اور ردّ و کدّ کے باوجود دونوں طاقتیں معمولی فاصلے پر کھڑی ہونے کے باوصف اپنے اپنے قدم ذرا سے آگے بڑھا کر ایک خطِ اتحاد پہ جمع نہیں ہو سکیں۔

فوجی قوت جب بھی آتی ہے تو وہ اصلاح و تعمیر کے اعلان کے ساتھ آتی ہے، مگر اصلاح و تعمیر کا ٹائم ٹیبل بڑھتا جاتا ہے۔ منزل مسافر کے آگے آگے دوڑتی رہتی ہے اور اصلاح و تعمیر کا ہونا تو کجا اُلٹا صدہا اُلجھنیں ایسی پیدا ہو جاتی ہیں کہ ایک دن آتا ہے، جب فوجی قوت بے تاب ہو جاتی ہے کہ جلد سے جلد الوداعی سلیوٹ کرے، مگر امن امان اور عزت آبرو سے سلیوٹ کرنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی۔

ہمارا خیال یہ ہے کہ اب آہستہ آہستہ وہ لمحہ قریب ہو رہا ہے جب "مسکرا کر سلیوٹ کرنا" مشکل ہو جائے گا۔ اس سے پہلے جو تھوڑی سی مہلت ہے اس میں سیاست کے بند دروازوں کو کھولنے اور سیاسی عناصر کو مطمئن کرنے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ یہ نقطۂ نظر بھی مثبت نظر رکھنے والے تعمیر پسند سیاست دانوں اور اُن کے ہمنوا جمہور کا ہے۔ یہ ایسے لوگ ہیں جو نہ فوج سے عناد رکھتے ہیں اور نہ جمہور کی پریشانی سے آنکھیں بند کر سکتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مگر مشکل یہ ہے کہ اُدھر والے حضرات سیاسی دلچسپیاں رکھنے والوں کا بہترین خیرخواہانہ اشارہ بھی تو نہیں مانتے۔ جیسے انہیں اپنے سوا اور کسی پر اعتماد ہی نہ ہو، حتیٰ کہ عالمی تاریخ تو کیا، خود پاکستان میں مارشل لا اور جمہوریت کے تصادم کے گذشتہ احوال و نتائج پر بھی بھروسہ نہیں ہے۔ جیسے ان کے اپنے خیال و تاثرات کے سوا سب کچھ خودغرضانہ جھوٹ نہیں تو کم سے کم بزدلانہ وہم ضرور ہو۔ ان کا سرمایۂ اعتماد ۲۱، ۲۲ گریڈ کے سیکرٹریوں اور اُن کی فائلوں سے بھری الماریاں، سی آئی ڈی کی رپورٹیں اور فوجی کونسل کے شرکاء کا تدبر ہے اور فی الحقیقت یہی وہ قوت ہے کہ جو مارشل لا کے کسی اچھے پروگرام کو بھی نہیں چلنے دیتی۔ اب تک جو مارشل لا آئے وہ سیاست دانوں کو سب سے بڑا خطرہ سمجھتے رہے۔ فوج کی آہنی قوت بھی بیوروکریسی کو اپنا محسن ہی سمجھتی رہی۔

دوسری طرف یہ مصیبت بھی کچھ کم قابلِ توجہ نہیں کہ جمہوریت جب بھی بحال ہوتی ہے اور پارلیمانی نظام کام کرنے لگتا ہے تو شروفساد کے اور ہی دروازے کھل جاتے ہیں۔ اہلِ سیاست میں ایک تو بندگانِ مفاد گھسے ہوتے ہیں، دوسرے اصول و کردار کا فاقہ ہے۔ نتیجہ یہ کہ اتحاد نہیں ہوتا، ہوتا ہے تو کسی اعلیٰ نصب العین اور اُصول کے لیے نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے وہ جب ٹوٹتا ہے تو جادۂ حیات کے راہ گیروں کے پاؤں کو چھیدنے والی مسائل کی کرچیاں ہر طرف پھیل جاتی ہیں۔

آج کئی چھوٹے چھوٹے گروہ اپنا اپنا جھنڈا اُٹھائے موجود ہیں۔ مگر ایک دوسرے سے الگ تھلگ۔ ان کے پاس یا تو اعلیٰ نظریات و مقاصد نہیں اور یا صحیح رابط و ائتلاف نہیں، کہ یہ برسوں سے بکھرے پڑے ہیں ــــ ذرا غور کریں، کس میں کتنا شعور ہے، کتنا نظم ہے، کتنا کردار ہے، کتنی خدمات ہیں۔ اور پھر کتنی رواداری ہے؟ یہ خوبیاں نہ ہوں تو اتحاد کیسے عمل میں آئے گا۔ انتخابات کیا گُل کھلائیں گے اور جمہوریت کیا رنگ دکھلائے گی۔

دراصل ہمارے یہاں جمہوریت کا کوئی ایسا معیاری دَور کبھی قائم ہی نہیں ہوا جسے سامنے رکھ کر ہم سوچیں کہ وہاں تک ہمیں جانا ہے۔ "آخرِ شب"، "جب دلِ بسمل کی تڑپ" دید کے قابل ہوئی، اُس وقت بھی ہمیں ایک ایسی جمہوریت نصیب ہوئی جس کے انڈوں کے سینے کا کام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مارشل لاء کی قوت ہی نے کیا تھا - اور پھر اس جمہوریت کے چوزوں نے "انسانیت" کو وہ تگنی کا ناچ نچایا کہ خلقِ خدا تراہ تراہ کر اُٹھی - نوبت بایں جا رسید کہ جمہوریت کے ملبوس میں اس فسطائیت نے لوگوں کو سرے سے جمہوریت کے نام ہی سے بیزار کر دیا - اور لوگ یوں سوچنے لگے کہ ——— بوہا لنڈورا ہی بھلا!

ہماری گذارش تو یہی ہے کہ ہمارے اکابر انتخابات کرائیں، جلد کرائیں اور صلح سلامتی کی فضا میں کرائیں تاکہ نظام کے تسلسل کو برقرار رکھا جاسکے - اور دو قوتیں ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے سے تکرار کا راستہ اختیار نہ کرلیں -

---

بہرحال دیر کیجیے یا سویر، فضا کو ٹھنڈا رکھیے یا لوگوں کو گرما گرمی پیدا کرنے کا موقع دیجیے، محبت و آشتی کی فضا میں محفل آرائی کیجیے یا حرف و صوت میں تیزی پیدا کیجیے، انتخابات کا انعقاد تو اب لازمی ہے - بیچ سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں اور نہ زیادہ ٹال مٹول کا موقع باقی ہے، کیونکہ تاخیر و التوا کی ہر وجہ رہے سہے اعتماد کو ختم کر دے گی - اب تو تقاضائے مصلحت یہ ہے کہ مستقبل کے وعدہ و اعلان کو گھسیٹ کر پیچھے لایا جائے - گردشِ ایام کو تھوڑا سا پیچھے دوڑا لینے میں کوئی حرج نہیں -

کاش کہ ایسا ہوتا کہ جہاں کچھ باتیں ڈھانچے اور وعدے کی شکل میں تھیں، وہاں کوئی نہ کوئی اقدام نقداً نقد بھی لوگوں کی توقع سے پہلے کر دیا جاتا - مثلاً اس اعلان سے کوئی بڑا فرق واقع نہ ہوتا کہ آج سے پارٹیاں بحال کی جاتی ہیں اور وہ فی الحال بند کمروں کی پابندی کے ساتھ اپنے تنظیمی، مشاورتی اور انتخابی وظائف انجام دے سکتی ہیں - اگر بروقت یہ واقعہ رونما ہو جاتا تو نہ صرف اس کا نشہ لوگوں میں اچھا خاصا کام کرتا، بلکہ آئندہ کے لیے ان کی قوتِ اُمید و اعتماد مضبوط ہو جاتی - یا یہ فیصلہ سنا دیا جاتا کہ ۱۹۸۴ء میں ہم سارے انتخابات نمٹا دیں گے -

کیا ہی اچھا موقع تھا کہ ربیع الاوّل کا مہینہ آیا تھا، اس کی ۱۲ر کو خاص پیغام میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صدر صاحب کوئی نئی بات قوم سے کہتے جس سے عوام کا اعتماد بحال ہو جاتا۔

اب فوجی اور سیاسی دونوں قوتیں اس حقیقت پر غور کریں کہ جمہوریت اور انتخابات کو چلانے میں جس کم سے کم درجے کا معاشرہ کامیاب ہو سکتا ہے، آج شاید ہم اصلاحی و تعمیری مقاصد کے لحاظ سے حالات کو اس سے بھی زیادہ مشکل پائیں۔

اخلاقی تخریب کا زہر ہماری رگوں میں سرایت کر گیا ہے۔ ہم میں اپنی پہچان اور شناخت کم ہوتی جا رہی ہے۔ پاکستان کا مفہوم نگاہوں سے اوجھل ہو رہا ہے اور اقبال کے اشعار قوالوں کے حوالے ہو گئے ہیں۔ دفتر بہ دفتر اور محکمہ بہ محکمہ رشوت، سفارش کام کر رہی ہے۔ چیزوں میں ملاوٹ ہے۔ گلیوں اور سڑکوں بلکہ گھروں میں گندگی پھیلی ملتی ہے۔ انکم ٹیکس، کسٹم، ریلوے، پولیس، تعلیم گاہیں، امتحانی مراکز، بلدیاتی کونسلیں، کارپوریشنیں، احاطہ ہائے عدالت، جیل خانے، مخلوط مجالسِ تفریح، اخلاق بگاڑ کھیل تماشے، ـــــ آپ جدھر جائیں بگاڑ کا ایک طوفان اُمڈ رہا ہے۔ گنتی کے لوگ ان دائروں میں امانت و دیانت کو سینے سے لگائے بیٹھے ہیں۔ مگر وہ بھی بگڑے ہوئے ساتھیوں اور ماتحتوں کو تلقینِ اصلاح کرنے کے بجائے اُلٹا اپنے وجود کے عاجزانہ (PASSIVE) تحفظ میں عمر گذار دیتے ہیں۔ اور پھر اگر کوئی فیصلہ کن لمحہ تصادم آجاتا ہے تو سرے سے استعفیٰ دے کر خانہ نشین ہو جاتے ہیں۔

ایسے معاشرے سے آپ کو دین سے محبت، ملک کی تعمیر اور عوام کی خدمت کو اصول بنانے والی قوت برآمد کرنی ہے۔ کوئی ایسا طریقہ سوچنا ہے کہ اس معاشرے کے ووٹوں سے آپ اس قلیل التعداد عنصر کو حاصل کر لیں جو ایمان و شرافت بھی رکھتا ہے، بصیرت و لیاقت بھی، اور سرگرمیٔ عمل بھی۔

آئندہ انتخابات کے سلسلے میں چند اصولی باتیں ہو جائیں تو اچھا ہے۔

انتخابات پُر تکدر فضا پیدا ہونے سے پہلے ہونے چاہئیں، لہٰذا ان کے پہلے دور کے لیے مارچ ۸۴ء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہو کہ اچھا تھا ورنہ دو ایک ماہ اور التوا ہو سکتا ہے۔

تاخیر سے بے اعتمادی بڑھے گی، بے اعتمادی کو بارود بنا کر تخریبی قوتیں استعمال کریں گی۔ پاکستان کے مفاد میں ان قوتوں کو پچھلے طور طریقوں سے روکنا پڑے گا، نتیجہ کشمکش ۔ اور پھر اگر کوئی بات ہو گی تو پُرتکدر فضا میں ہو گی ۔ پُرتکدر فضا میں کسی کا بھی ذہنی توازن بجا نہیں رہتا۔ ہر کوئی انتہا پسند بن جاتا ہے، ہر کسی کی سعی ہوتی ہے کہ وہ پہلے بڑھ کر بلا مارے۔ اس مرحلے میں حکمران اور عوام (اور ان کے جو بھی لیڈر میدان میں ہوں) ایک دوسرے کے حریف بن کر بحران کا حل سوچتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قوم ایک نئے بحران میں داخل ہو جاتی ہے۔ انتخابات کے لیے صاف ستھری فضا اور ہنستے مسکراتے چہروں کی ضرورت یوں بھی ہے کہ پچھلے دور اور آئندہ دور میں کوئی صورت تسلسل پیدا کرنی ہے۔ یہ ضرورت شہریوں، سیاسی جماعتوں اور ان کے لیڈروں کی بھی ہے، اور یہ ضرورت سب سے بڑھ کر خود فوجی حکمرانوں کی بھی ہے۔ پھر اگر یہ بات سمجھ میں آجائے کہ صرف انتخابات کا انعقاد ہی مطلوب نہیں، بلکہ اچھی مصالحت پسندانہ اور صحت مندانہ فضا بھی ان کے انعقاد کے لیے ضروری ہے تو پھر طریق کار یہ نہیں چل سکتا کہ ایوانِ اقتدار جو بھی فیصلہ مناسب سمجھے گا کر دے گا۔ دوسرے فریق یعنی عوام اور ان کی رہنمائی کرنے والے اہل سیاست سے ہم آہنگی لازمی ہو گی۔

اس وقت اہلِ سیاست کا زور اس بات پر ہے کہ انتخابات جلد ہونے چاہئیں۔ اور خدا کا شکر کرنا چاہیے کہ ملک کی زیادہ مؤثر قوتوں کا متحدہ مطالبہ یہی ہے۔ یہ مطالبہ جلد پورا کرنے کا حتمی اور یقینی اعلان ہو جائے اور اس کے لیے مشینری بن جائے تو وہ تمام ہنگامے ختم ہو جاتے ہیں جو بحالی جمہوریت اور انعقادِ انتخابات کے لیے بعض عناصر نے برپا کیے، نیز وہ ہنگامے بھی ختم ہو جاتے ہیں جو سطح سمندر سے بہت نیچے پرورش پا رہے ہیں اور کچھ اور وقت اگر تاخیر و التوا میں گذار گیا تو وہ بھی سفینۂ ملت کے گرد رقصندہ ہو سکتے ہیں۔

ایک اور اصولی بات یہ ہے کہ انتخابات لازماً جداگانہ بنیادوں پر ہونے ہیں جن کا نہایت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مفید تجربہ ہو چکا ہے۔ اقلیتوں کی سیٹیں بھی محفوظ، اور کوئی اکثریتی نمائندہ بھی کسی اقلیت کے مخصوص مطالبوں (اور خصوصاً خلاف اسلام رجحانات) کے دباؤ میں پسنے سے سلامت۔

لیکن قادیانیوں کے متعلق روش اب تک اُلجھی ہوئی ہے۔ اُن کے ملازمین، ان کے افسروں (اور مختلف گریڈوں اور کلیدی عہدوں پر فائز اشخاص) کا سروے مکمل طور پر ہونا چاہیے تاکہ معلوم ہو کہ یہ لوگ کس تناسب سے ہم پر مسلط ہیں۔ سول آبادی میں بھی ان کی فہرست ووٹراں الگ بننی چاہیے، بلکہ دوسری اقلیتوں کے ساتھ جو قادیانی ووٹر ''مسلمان'' کے نام سے ووٹ ڈالنے آئے، پولنگ ایجنٹوں کا کام ہے کہ وہ پہلے سے ایسے قادیانیوں پر گرفت کرنے کے لیے تیار رہیں اور ضروری ثبوت مہیا رکھیں۔ علی الخصوص اُمیدواروں کے لیے اگر کوئی درخواست اس گروہ کی طرف سے مسلم نشست کے لیے سامنے آئے تو جانچ پڑتال کے وقت پورے ثبوت اور شہادتوں سے اس کو ناجائز ثابت کیا جائے۔

تیسری گذارش یہ کہ کالعدم جماعتوں کی اکثریت نے بھی اور اخبارات میں لکھنے اور اسٹیجوں سے بولنے والے دوسرے دانشوروں اور قومی اُمور پر کلام کرنے والوں نے بھی زیادہ تر اس امر پر زور دیا ہے کہ انتخابات جماعتی بنیادوں پر ہونے چاہئیں۔

ترجمان القرآن ہی میں چند ہی ماہ پہلے میں تفصیل سے لکھ چکا ہوں کہ ''سیاسی جماعتوں'' کی ضرورت و اہمیت کیا ہے۔ مگر یہ کوئی ضروری نہیں کہ میرے لکھے کو ہر کوئی پڑھے اور نہ یہ ضروری ہے کہ وہ لوگ پڑھیں جن کو کار پرداز کہتے ہیں، پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ اگر عالم بالا کے حضرات پڑھیں بھی تو کبھی غور کریں اور کسی چیز کو پُرافادیت پائیں تو اس کا اعتراف کریں اور جب عملی نقشہ بنانے لگیں تو کسی مفید بات کو پیش نظر رکھنے کی ضرورت بھی انہیں محسوس ہو۔

میں ایک بار پھر یہ بات دوہرانا چاہتا ہوں کہ سیاسی جماعتیں کن کن صورتوں میں معاشرے اور اس کی حکومت اور انتخابی و پارلیمانی سرگرمیوں کے لیے مفید ثابت ہو سکتی ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۔ سیاسی جماعتوں میں سے ہر ایک اپنے گرد بہت سے ایسے افراد کو جمع کرتی ہے جو ایک طرزِ فکر پر متحد ہو جائیں اور فرد فرد اپنی اپنی الگ سوچ بچار میں سرمست نہیں رہتا۔

۲۔ عوام کو سیاسی جماعتیں منظم رہنا اور منظم ہو کر کام کرنا سکھاتی ہیں اور چند سیاسی جماعتوں کے لیڈروں کا کسی معاملے میں اطمینان تمام جمہور کو مطمئن کر دیتا ہے اور ان کا اضطراب سب کو مضطرب کرنے کا باعث بنتا ہے۔

۳۔ سیاسی جماعتیں اپنے پیروکاروں کو ملکی مسائل سے آگاہ کرتی ہیں، اُن کو احساس دلاتی ہیں کہ ہماری داخلی اور خارجی ضروریات کیا ہیں، ان کو ایک منشور پر جمع کرتی ہیں۔ اُن کو پورے ملک کی محبت کی تعلیم دیتی ہیں۔ اُن کو اسلامی دین و تہذیب اور اس کی قدروں کا شعور دلاتی ہیں، اُن کو اُن کی تاریخ سے آگاہ کرتی ہیں، اُن کے سامنے ان کے اکابر و اعاظم کی زندگیوں کو نمایاں کرتی ہیں اور مختلف طریقوں سے اُن کی تربیت کرتی ہیں۔

۴۔ سیاسی جماعتیں جس طرح کسی ناخوشگوار صورتِ حالات میں عوام میں گرماگرمی کی کیفیت پیدا کر سکتی ہیں، اسی طرح وہ اُن کو کسی مقصد کے لیے قربانی دینے اور کسی زیادتی پر صبر کرنے پر بھی تیار کرتی ہیں۔

۵۔ سیاسی جماعتیں ہی برادریوں، علاقوں اور زبانوں کی عصبیتوں سے بالاتر ہو کر عوام کو مُلک و ملّت کے لیے کام کرنے کا راستہ دکھاتی ہیں۔ سیاسی جماعتیں نہ ہوں تو پھر عصبیتوں کی بنا پر تفرقہ پردازیاں وجود میں آتی ہیں۔

۶۔ سیاسی جماعتیں اس امر کا ذریعہ ہوتی ہیں کہ عوام اپنی شکایات اور مطالبات بلا کسی رکاوٹ کے اُن کے سامنے لائیں، اور پھر ان جماعتوں کے لیڈروں کا فرض ہو جاتا ہے کہ وہ ہر مصدقہ اور قابلِ اعتماد شکایت کے ازالے یا ضرورت کی تکمیل کے لیے پارلیمانی ایوانوں یا وزارتی دفتروں یا دیگر اداروں تک بات پہنچائیں۔

۷۔ یہ کام بھی سیاسی جماعتیں ہی کر سکتی ہیں کہ حکومت جو صحیح پالیسی طے کرے یا مفید قانون بنائے اسے سیاسی کارکن گلی گلی، اپنے حلقۂ اثر میں واضح کریں اور اس کی ضرورت اور افادیت سے لوگوں کو آگاہ کریں۔ بلکہ یوں بھی ہوتا ہے کہ جو اقدام ہونے والا (باقی بر صفحہ ۴۸)

© rasailojaraid.com